سید محمد معاویہ بخاری

بے جا گھمنڈ، حسنِ ظن اور خوش فہمیاں

مخالف قوتوں سے ہمہ وقت برسرِ پیکار رہنا، محاذِ جنگ کو ولولہ انگیز نعروں سے گرمائے رکھنا یقیناً حربی لوازم میں سے ہے لیکن مدمقابل قوت کی شاطرانہ چالوں پر کڑی نگاہ رکھنا اور ہر لمحہ بدلتی صورت حال کے مطابق حکمت عملی ترتیب دیتے رہنا بھی جنگ کے بنیادی قواعد میں شامل ہے۔ ماہر سپہ سالار کے بروقت اور صحیح فیصلے ہی محاذ پر کامیابی کے راستے ہموار کرتے ہیں۔ لشکر سپاہ کی ہمت و شجاعت، صبر و استقامت اور اس کا جذبہ و ولولہ اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں لاسکتا جب تک ان خصوصیات کو ماہرانہ حکمت عملی کے تحت بروئے کار نہ لایا جائے۔ کسی بھی عسکری کمانڈر اور مذہبی و سیاسی رہنما کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ صرف اس کی بہادری، قوت ایمانی یا سیاسی بصیرت فتح و کامرانی کی ضامن کبھی نہیں بن سکتی بلکہ اس کے لیے پورے لشکر کی مجموعی کیفیات کا ایک نکتے پر مرکوز ہونا بھی لازمی ہے ورنہ ضرورت سے زیادہ حسن و ظن او رخوش فہمیاں تباہ کن نتائج پیدا کرسکتی ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں گواہی دیتی ہیں کہ خوش فہموں نے اپنی حماقتوں کی بڑی قیمتیں چکائی ہیں صرف سلطنتیں ہی نہیں اجڑیں مملکتیں بھی تباہ ہوگئیں، تعلیم و تعلم کے شعبے بانجھ اور فکر و نظر کے حوالے تاراج ہوئے۔ قومیں بھی زوال و وبال سے نہیں بچ سکیں۔ مذہب، سیاست، تہذیب و تمدن اور اقتصاد و معاد کی فلک بوس برجیاں بھی زمیں بوس ہوگئیں ہوس اقتدار میں ہلکان ہوتے حکمرانوں کو اگر ان کے یک طرفہ جبری فیصلے لے ڈوبے تو مذہبی پیشواؤں کو ان کی گمراہ کن اور بے دلیل مصلحت بینی نے پچھاڑ دیا۔ اہل سیاست کو جھوٹ، مکر و فریب اور لوٹ مار نے رسوا کیا تو تہذیب و تمدن کے چمن بے حیائی، عریانی و فحاشی کی بادِ سموم نے جھلسا دیئے۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ ہر شعبہ سے منسلک گروہ خوش فہم تھا، غلط فہمی میں مبتلا تھا، انہیں گھمنڈ تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں، حالات کی نزاکت و مناسبت سے بالکل درست ہے۔ وہ حسنِ ظن رکھتے تھے کہ ان کے بدترین دشمن غلبہ ملنے پر بھی انہیں معاف کر کے گلے لگالیں گے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا۔

آج اکیسویں صدی کا چھٹا برس اپنے اختتام کی جانب گامزن ہے اور اہل پاکستان بھی مذکورہ بالا صورت حال سے دوچار ہیں۔ حکمرانوں کو خوش فہمی ہے کہ وار اون ٹیرر کا ہارا ہوا جواری انہیں ترقی و عروج کی نئی رفعتوں سے ہمکنار کرانے جارہا ہے اس خوش فہمی کے سحر نے مقتدروں کو اس طرح جکڑا ہے کہ وہ نوشتہ دیوار بنی حقیقتوں کو دیکھنے، سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم نظر آتے ہیں۔ شمالی و جنوبی وزیرستان، باجوڑ، درگئی اور بلوچستان میں یک طرفہ اور تباہ کن فیصلوں کے تحت جو کچھ ہو چکا یا کیا جاچکا ہے وہ نفرت و تقسیم کے بیج بونے کے مترادف تھا۔ یہ بات کبھی نہیں سمجھی گئی کہ بارود کی برسات میں تعمیر ہونے

والی شاہراہیں کہیں نہیں پہنچیں گی ۔ڈیم زمینیں سیراب نہیں کریں گے ۔سنگلاخ وادیوں کے مکین کبھی موم نہیں کیے جا سکیں گے ۔ان کے دل ودماغ میں کھنچ جانے والی گہری لکیر کبھی مٹائی نہیں جا سکے گی ۔ناہموار بستیوں میں صنعت وحرفت کے قیام کا لالچ ،بہہ جانے والے خون ناحق کا نعم البدل نہیں بن سکے گا ہمارے مقتدر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں کہ کثیر سرمائے کی کھپت سے گوادر میں عیش گاہیں تو تعمیر ہوسکتیں ہیں مگر فوجی آپریشنوں کے بعد دلوں کے اندر ہونے والی توڑ پھوڑ کا مداوا نہیں کیا جا سکتا ۔مقتدر یہ بات سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ روشن خیالی کی کوکھ سے جنم لینے والے نومرتب شدہ جدید نظام تعلیم سے اقبال ،محمد علی جناح ،محمد علی جوہر ،ظفر علی خان اور شبیر احمد عثمانی پیدا نہیں ہوسکتے ۔تہذیب وتمدن کی بنیاد قحبہ خانوں کی فراوانی سے نہیں رکھی جا سکتی ،ثقافت کا عروج نرتکیوں اور بیسواؤں کے تال میل کا محتاج کبھی نہیں رہا ۔عہد جدید کی تاریک واندھی روشن خیالی کا اسلام کے نورانی وجود سے دور تک کا واسطہ بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔لیکن ہمارے خوش فہم مقتدر بضد ہیں کہ وہ ایسا کر کے ہی دم لیں گے ۔معلوم نہیں کیوں مگر حکمران ہمیشہ ہی اس غلط فہمی کا شکار ہوتے چلے آئے ہیں کہ ان کے اقدامات ملک وقوم کی اکثریت کی منشاء ورضا کے عکاس ہیں ۔ایوان اقتدار میں بیٹھے شہہ دماغ بھول جاتے ہیں کہ ان کی تخلیق کردہ ناؤ کے بادبان فکر ونظر کے جس میٹریل سے تیار کیے جاتے ہیں وہ آزادروی کی خوش رنگ قوس و قزح سے مزین ہونے کے باوجود ناقص ہی کہلاتے ہیں ۔حالات کی تند ہواؤں سے بیچ منجدھار میں ڈولتی ملک وقوم کی ناؤان بے اعتبار بادبانوں کی مدد سے کنارے تک نہیں لائی جا سکتی ۔حکمرانوں کو گھمنڈ ہے کہ وہ چند ہم خیالوں کی تائید سے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو ملک وقوم کی آئینی ،فکری ونظریاتی ہیت وساخت بدلنے کا موجب ہو ۔ہر حاکم کو یقین ہوتا ہے کہ اقتدار کا حریص ایک شرذمۂ قلیلہ محض چند وزارتوں کے لیے اپنی حمایت کا بوجھ اس کے پلڑے میں منتقل کر دے گا ۔

دوسری طرف خوش فہمیوں کا شکار ایک اور گروہ ہے جس کی پہچان دین ہے ،پہچان کی انہی بیساکھیوں کے سہارے ہی وہ میدان سیاست میں اپنے سیاسی تشخص کی جنگ بھی لڑ رہا ہے پتہ نہیں کیوں اس گروہ کو بھی یقین ہے کہ جمہوری نظام کی بقا سے ہی ملک میں اسلام کا نفاذ ممکن ہے ،وہ برسوں کی جدوجہد میں طالع آزماؤں کے ہاتھوں سینکڑوں بار ہزیمتیں اٹھانے اور درر سوائی تک پہنچنے کے باوجود یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ جمہوریت اپنے نام سے آئے گی اور اسلام اپنی قدیمی روایات کے مطابق نفوذ کرے گا ۔دینی جماعتوں کے خوش فہموں کا زعم ہے کہ وہ بصیرت وبصارت سے بہرور ہیں ۔سانپ کی طرح رینگتی سازشوں کا ادراک انہیں بہت پہلے ہو جاتا ہے مگر حقائق ونتائج کا میزانیہ بتا رہا ہے کہ روائیتی جوش وجذبہ کے حامل دینی قائدین کا دعویٰ درست نہیں ہے ۔سچ یہ ہے کہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۹۹ء کو تبدیلی اقتدار کے اسباب ومحرکات کا ادراک دینی قائدین کی دسترس سے باہر تھا ۔وہ نائن الیون کے عظیم الشان طلسمی ڈرامے کو بھی اتفاقات عالم کی فہرست میں ہی دیکھتے رہے ۔وہ جان ہی نہیں سکے کہ دہشت گردی وانتہا پسندی کی اصطلاحیں کیوں تخلیق کی گئیں ۔وہ جہاد اکبر کی فضیلتوں کے بلند ہوتے نعروں کی ہیت ترکیبی سمجھنے سے بھی قاصر رہے ۔وہ آج بھی ماننے کے لیے تیار نہیں

ہیں کہ جن واقعات کو اتفاقات کی زنبیل سے نکالا جا تا رہا وہ ایک طے شدہ منصوبہ کے حصہ تھے۔ افغانستان پر بارود کی بارش سے لے کر حقوق نسواں بل کی منظوری تک واقعاتی ترتیب کو سامنے رکھ لیجئے کہیں کوئی جھول دکھائی نہیں دے گا لیکن خوش فہمیوں کے غباروں سے لٹکتے عبا پوش قافلے ہر مرحلۂ شوق پر عنوان تذلیل بنتے چلے گئے۔ ۱۷ویں صدارتی ترمیم کو پانچ سالہ ثبات بھی خوش فہمی نے بخشا اور حدود بل پر مذاکراتی کھیل کی بنیاد بھی خوش فہمیاں ہی بنتی رہیں۔

دینی تنظیمات کے قائدین بالکل لاعلم ہیں کہ زنا کاروں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے اعلیٰ سطح پر جون ۲۰۰۵ء میں ہی منصوبہ بندی کر لی گئی تھی اور اس کا اظہار ایک عالمی کانفرنس میں دعوت اجتہاد کے ذریعہ واشگاف الفاظ میں کر دیا گیا تھا لیکن ہمارے علمائے کرام جسبِ روایت اس صورت حال کو معمول کا معاملہ ہی سمجھتے رہے۔ وہ اس بات سے بھی لاعلم رہے کہ حدود آرڈیننس کے خلاف تشہیری مہم چلانے اور احکام شریعت کا مذاق اڑانے کے لیے نجی ٹی وی چینلوں کو ہدف دیا گیا تھا۔ ذرا سوچیئے کا عنوان مکالمہ کے لیے تجویز ہوا تو مغربی فلسفے' سرمایہ داری اور سرمایہ داری کے خادم ٹی وی چینلوں کے مابعدالطبیعات سے ناواقف یہ جانے بغیر ٹی وی سٹوڈیو کی دہلیز پر جا پہنچے کہ مذکورہ پروگرام کی ساخت کیا ہے؟ وہ نہیں جان سکے کہ یہ چینلز تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے بجائے شکوک وشبہات، ابہام واعتراضات کی دھند پیدا کرنا چاہتے ہیں، اسلامی روایات اور ماخذات دین کا تمسخر اڑانے کے سوا ان کا دوسرا کوئی مقصد نہیں۔ حالانکہ انہیں اپنی موعودہ بصیرت کی روشنی میں صورت حال کو جانچ لینا چاہیے تھا اور فیصلہ کن حکمت عملی کے ساتھ مکالماتی میدان جنگ میں اترنا چاہیے تھا۔ جن محفلوں میں دینی مسلمات کا مذاق اڑایا گیا وہاں کلمۂ حق پوری جرأت کے ساتھ کہہ دینا ضروری تھا اور اگر اظہار جرأت کا موقع نہیں تھا یا ناممکن بنا دیا گیا تھا تو پھر ایسی جگہوں سے بلاتردد اٹھ جانا ہی دینی غیرت کا تقاضا ہے دینی رہنماؤں کو جاننا چاہیے تھا کہ وہ مکالمہ کس سے کرنے جارہے ہیں۔

خالد بن حسن نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ نجی چینلز مواصلاتی قحبہ خانوں اور عصمت فروشی کے اڈوں کے سوا کچھ نہیں جہاں عورت' عصمت، عفت، حیا، شریعت اور تہذیب چند اشتہاروں کی خاطر فروخت کی جارہی ہے ہمیں بخوبی علم ہونا چاہیے تھا کہ اس آلۂ شر سے خیر برآمد کرنا ممکن نہیں۔ سیکولر اور ادھر اُدھر سے اکٹھے کیے گئے شو بزنس کے چلتے پھرتے دانشوروں سے مکالمے کے نتیجہ میں دین کا مضحکہ اڑنا لازم تھا۔ پھر مکالمہ اپنے منہاج اور اپنی سطح کے افراد سے ہوتا ہے ،اداکاروں، اداکاراؤں، مسخروں اور اسلام دشمنوں سے نہیں ہوتا۔ ان کو دعوت دی جاسکتی ہے، سمجھایا جاسکتا ہے یا نظر انداز کیا جاسکتا ہے ہمارے رہبروں نے ذرا سوچیئے کے سوال نامے پر غور ہی نہیں کیا۔ بے ترتیب سوالوں پر ان کا جواب فوکالٹ جیسا ہونا چاہیے تھا۔ نوم چومسکی نے فوکالٹ انٹرویو لیتے ہوئے جب یہ سوال پوچھا کہ What is human nature. تو فوکالٹ نے جواب دیا کہ نوم چومسکی تمہیں یہی نہیں معلوم کہ تم کس سے گفتگو کر رہے ہو، تمہیں سوال پوچھنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ تمہارا سوال ہی غلط ہے تم سوال کو از سر نو تشکیل دو، تمہیں میرا منہاج علم ہی معلوم نہیں، تم مجھ سے یہ

سوال نہیں پوچھ سکتے تم مجھ سے صرف یہ پوچھ سکتے ہو کہ How human nature is construt in westren civilization. فوکالٹ نے نوم چومسکی جیسے عالمی شہرت یافتہ پروفیسر و دانشور کو گفتگو کا سلیقہ سکھا دیا۔ اسے بتا دیا کہ جس موضوع پر گفتگو کرو اس موضوع کے منہاج، مابعد الطبیعات، پس منظر سے واقفیت حاصل کرو اور اس تناظر میں سوال اٹھاؤ۔ محض سوال برائے سوال وقت کا زیاں ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے لفظی بازی گری اور جادو گری کے سوا کچھ نہیں۔

ہمارے خوش فہم مذہبی و سیاسی رہنماؤں کی منہ شگافیاں اپنی جگہ اور یہ حقیقت اپنی جگہ کہ تیزی سے بدلتے حالات کو سمجھنے میں انہوں نے بری طرح ٹھوکر کھائی ہے عالم کفر کی منظّم حکمت عملی کے مدمقابل مؤثر مدافعت کا اہتمام نہیں کیا جا سکا' اہل علم و دانش سے جس مؤمنانہ فراست کی توقع تھی وہ اس کا مظاہرہ نہیں کر سکے۔ مہلک بارودی جنگ میں کسی لمحہ پسپائی اختیار کر لی جائے تو اسے پلٹ کر جھپٹنے کی حربی چال قرار دیا جا سکتا ہے لیکن بصیرت و بصارت کے منہاج سے عاری فکری و نظریاتی محاذ جنگ پر بے بنیاد طرز استدلال کے سامنے چاروں شانے چت ہو جانے سے ہماری پرشکوہ مذہبی و سیاسی قیادت کی اہلیت پر کئی سوالیہ نشان لگ گئے ہیں۔ بے شک رہنمایانِ دین و دانش واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے رہے کہ کفر متحد ہو کر حملہ آور ہو چکا ہے مگر کئی خانوں میں نظر آتی فروعی تقسیم نے دشمن پر واضح کر دیا کہ ہم جسدِ واحد نہیں بن سکے۔ ہواؤں میں مکّے لہراتے اور لکڑی کی تلواریں چلاتے ہم دہشت گرد، انتہا پسند اور مذہبی جنونی قرار پا گئے حتیٰ کہ چند روز پہلے ایک اور صدارتی تمغۂ سعادت بھی قافلۂ تنگ نظراں کے سینہ پر آویزاں ہو گیا ہے۔ بقول ظل الٰہی: تحفظ حقوق نسواں بل کی مخالفت کرنے والے منافق ہیں۔

۱۵ رنومبر کو حدود آرڈیننس میں ترمیم کر دی گئی تحفظ حقوق نسواں بل قومی اسمبلی سے منظور ہو گیا تھا۔ لیکن ہم پھر بھی روایتی خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ سینٹ سے منظوری شاید کسی مذاکراتی تدبیر سے رک جائے گی۔ ۲۲ رنومبر کو سینٹ نے بھی توثیق کر دی اور دو دن بعد صدر مملکت نے اس پر دستخط کر کے حتمی نفاذ کی راہ ہموار کر دی اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ تحفظ حقوق نسواں بل کسی قیمت واپس نہیں ہوگا یہ اعلان واضح کرتا ہے کہ چودھری شجاعت سے کی گئی تمام ملاقاتیں اکارت گئیں۔ متحدہ مجلس عمل بھی متحد رہی نہ اپنے کہے پر عمل کر سکی۔ استعفوں کی بات چلی تو آدھے ادھر اور باقی اُدھر ہو گئے۔ دینی رہنماؤں نے مذہب پسندوں کا مستقبل ق لیگ کے لنگر سے باندھ دیا اب تحفظ حدود اللہ کی سواری چل نکلی ہے خوش فہموں کے قافلے قائد تحریک کے ڈیرے نائن زیرو پر جا پہنچے ہیں۔ قوم کو پھر دلاسا دیا گیا ہے حسن ظن کے غبارے پھونکے جا رہے ہیں اور یہ جانے سمجھے بغیر کہ سرکش ہواؤں کے ارادے بے حد خطرناک ہیں تحفظ حقوق نسواں بل تو محض ایک پڑاؤ ہے اصلی منزل تو قادیانیوں کو مسلمان قرار دلوانا اور قانون توہین رسالت کے آئینی تحفظ کو ختم کرنا ہے۔ دیکھئے آنے والے دنوں میں خوش فہموں پر کیا گزرتی ہے۔